ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.7,Issue No.1 (2025)
(January to March)

مابعد نو آبادیاتی فکر کے معمار: نظریاتی بنیادوں کا تجزیاتی مطالعہ

The Founders of Postcolonial Theory: An Analytical Study of Theoretical Foundations

جویریہ ظفر
صدر نشین، شعبہ اُردو، کوہسار یونیورسٹی، مری
ندا یوسف
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، دی ویمن یونیورسٹی، ملتان
نورین نور
بی۔ایس اُردو اسکالر، شعبہ اُردو، کوہسار یونیورسٹی، مری

Jawaria Zafar
Head of Urdu Department, Kohsar University, Murree
jawariazafar097@gmail.com
Nida Yousaf
Ph.D Urdu Scholar , Department of Urdu, The Women University, Multan
Noreen Noor
BS Urdu Scholar, Department of Urdu, Kohsar University, Murree

Abstract:
Postcolonial theory marks a revolutionary turn in twentieth-century intellectual and literary discourse. Emerging as a conscious resistance to political domination and cultural hegemony, it redefined power, culture, and identity. This paper analyzes the major architects of postcolonial thought Edward Said, Homi K. Bhabha, Gayatri Chakravorty Spivak, and Frantz Fanon—who exposed the ideological roots of colonialism and introduced new perspectives on power, language, and resistance. By examining their theories within historical and literary contexts, the study highlights the diversity and depth of postcolonial thought. It further underscores the theory's relevance to Urdu literary criticism, offering new insights into colonial influences on language, culture, and identity.

Keywords: Post colonialism, Edward Said, Homi Bhabha, Gayatri Spivak, Frantz Fanon, Identity, Resistance, Culture and identity

مابعد نو آبادیاتی مطالعہ، ثقافتی مطالعہ ہے۔ یہ ایک نظریہ کی حد تک نہیں بلکہ سابقہ نو آبادیاتی ملکوں اور موجودہ جدید نو آبادیاتی ملکوں کے ادب کو مقامی شناخت کے اعتبار سے سمجھنے کے لئے ایک اہم تنقیدی تھیوری ہے۔ مابعد نو آبادیات صرف زمانی حدود میں قید نہیں بلکہ یہ فکر کا ایک ایسا مربوط نظام ہے جو نو آبادیاتی فکر کالونیل ڈسکورس، نو آبادیاتی آئیڈیالوجی، نو آبادیاتی نظام کے قیام کے جواز اور یورپی مرکزیت جیسے بیانیوں کو رد کرتا ہے۔ مابعد نو آبادیاتی دور میں نو آبادیاتی اثرات کا مطالعہ ان تدبیروں، حکمت

عملیوں اور بیانیوں (ڈسکورس) کا رد تشکیلی مطالعہ ہے جن کے ذریعے نو آبادیاتی نظام قائم ہوا اور مقامی ثقافتی شناخت بری طرح مسخ ہوئی۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعہ میں نو آبادیاتی ممالک، استعمار کار، استعماری حکمت عملیاں، مقامی باشندے، استعمار کار اور استعمار زدہ میں تعلق کی نوعیت، نو آبادیاتی عمل داری اور نو آبادیاتی اثرات شامل ہیں۔ ۱۹۷۸ء میں ایڈورڈ سعید کی تصنیف شرق شناسی کی اشاعت کے بعد سے اب تک بحث کا ایک سلسلہ جاری ہے جس میں کالونیل ڈسکورس کے تحت مابعد نو آبادیات کا دائرہ کار متعین کرنے کے لئے مختلف زاویہ ہائے نظر ملتے ہیں۔ ''پس نو آبادیات ایک نہایت جامع اور پیچیدہ تصور اور تنقید طریقہ کار کی حیثیت سے پس ساختیات اور مابعد جدیدیت کی تھیوریز میں تقریباً ۱۹۹۰ کے آس پاس شامل ہو گیا اس کی رو سے اس مغربی فکر و تہذیب کا بطلان کرنا تھا جس کی تشکیل میں ارسطو، ڈیکارٹ، کانٹ، ہیگل، مارکس یا پھر ہومر، دانتے، کولرج اور ٹی ایس ایلیٹ کی تحریروں کا نمایاں حصہ تھا اور جو ایک وحدانی تصور کی حیثیت سے الگ آفاقی اور عالم گیر شکل اختیار کر چکا تھا۔ پس نو آبادیاتی ادب اور تہذیب کسی بھی وحدانی فکر کے بلکل خلاف ہے کیونکہ اس سے ادب اور دوسری سرگرمیوں میں جنس، تہذیبی تشخص اور دوسرے چھوٹے چھوٹے مسائل دب جاتے ہیں اور اس کی جگہ امپیریلزم کا ڈسکورس حاوی ہو جاتا ہے''(۱)

مابعد نو آبادیات کے بنیادی نظریہ سازوں میں ایڈورڈ سعید کا نام اہم جانا جاتا ہے۔ اس ذیل میں ان کی کتاب o Orientalism اہمیت کی حامل ہے جسے شرق شناسی کے نام سے ترجمہ کیا گیا ہے یہ کتاب ۱۹۷۸ میں منظر عام پر آئی، اس کتاب نے مابعد نو آبادیات کو بطور اصطلاح ادب کی فکری تشکیل کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اگرچہ اس سے پہلے فرانز مین کی افتادگان خاک میں افریقہ میں نو آبادیاتی چیرہ دستیوں کو بے نقاب کیا گیا، طاقت اور تشدد کا انکشاف صرف اس صورت میں ممکن ہو سکا جب نو آبادکار اور نو آبادیاتی باشندوں کے درمیان تعلق کو سمجھا گیا تھا، اور اسے ہی مابعد نو آبادیات کی بنیاد تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن مابعد نو آبادیات کو بطور نظریہ ایڈورڈ سعید نے مستحکم کیا اور انہوں نے اپنی تصنیف اورینٹلیزم میں ان حکمت عملیوں کو پیش کرنے کی سعی کی ہے جن کی مدد سے مغرب نے مشرق کو ایک ''غیر'' تصور کیا تھا۔ ایڈورڈ سعید نے مشرق کا مطالعہ مغربی ثقافتی تناظر میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اگر ہم ایڈورڈ سعید کے نقطہ نظر کی بات کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مشرق کا ایک وہ رخ بھی پیش کرنے کی کوشش کی جو صرف سیاسی، لسانی، تاریخی، اور علمی اعتبار سے مستشرقین کی تحریروں میں دکھایا جاتا ہے جس کا دراصل حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ نو آبادکاروں کے مقاصد چاہے وہ سیاسی ہوں یا معاشی، کے حصول کے لیے مستشرقین کے ہی وضع کردہ ہیں، تو گویا یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ ان کا پیش کردہ علم بھی کسی خالص شکل میں نہیں تھا بلکہ مغرب کی افادیت پسندی کا ہی ایک تصور تھا۔ ایڈورڈ سعید نے اسی شرق شناسی کو اپنے مطالعے کا خاص موضوع بنایا اور اسے یورپ کے علم کے افادی تصور کی پیداوار قرار دیا۔ انھوں نے اُن رجحانات اور میلانات سے پردہ اٹھایا جن کی بنیاد پر یہ علم وجود میں آیا۔ اسی طرح سے گائتری مابعد نو آبادیاتی مفکر ہیں ان کی فکر پر دریدا کے اثرات ہیں جس کو تنقید کا نشانہ بھی بنایا گیا۔ گائتری کا کہنا ہے کہ محکوم گونگے ہیں کیونکہ جب محکوم کی ترجمانی نو آبادکار کرتا ہے تو وہ اپنے سامنے اپنے معیارات اور اپنے مفاد رکھتا ہے۔ ہومی کے بھابھا مابعد نو آبادیاتی مفکر کے طور پر جانے جاتے ہیں، وسیع پیمانے پر انسانی استحصال کے ایک اہم دور کو سمجھنے کے لیے استحصال کی صورتوں کو بے نقاب کرتے ہوئے بیسویں صدی کے اواخر میں کئی مفکرین نے مختلف زاویوں سے حقائق تک پہنچنے کی کوشش کی۔ مابعد نو آبادیاتی ادب کے حوالے سے مختلف نظریہ سازوں نے مختلف نظریات پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان نظریہ سازوں میں درج ذیل نام شامل ہیں:

۱۔　فرانز فینن　Frantz Omar Fanon

۲۔	ایڈورڈ ڈبلیو سعید	Edward W.Said
۳۔	ہومی کے بھابا	Homi.K.Bhaba
۴۔	گائتری سپائی وک	Gayatri Spivak

فرانز فینن (۱۹۲۵۔۱۹۶۱) کا شمار مابعد نو آبادیاتی مطالعات کے اہم بنیاد گزاروں میں ہوتا ہے جنہوں نے استعمار کاروں کے نفسیاتی تجزیے کو اہم گردان۔ وہ ایک ماہر لسانیات اور ماہر نفسیات کے حوالے سے مشہور تھے ان کا تعلق افریقی غلاموں کی نسل سے ہے۔ اس لیے انہوں نے فرانسیسی استعماریت کے خلاف باقاعدہ مزاحمتی رویہ اختیار کیا اور استعمار کار اور استعمار زدہ کی نفسیات کا مطالعہ کیا۔ وہ ۱۹۲۵ میں کیریبین سی میں فرانس کی سابقہ نو آبادی مارٹینک (Martinique) میں پیدا ہوئے۔ کیریبین جزیرہ اس وقت سے آج تک فرانسیسی کالونی ہے ان کے والد Casimir ایک افریقی غلام جبکہ والدہ کا تعلق سیاہ فام نسل سے تھا۔ اس نے تقریباً ۱۸ سال کی عمر میں (۱۹۴۳ میں) برٹش کالونی (Dominica) میں آزاد فرانسیسی افواج میں شمولیت اختیار کی، تقریباً دو سال بعد یعنی ۱۹۴۵ میں دوبارہ اپنے آبائی شہر مارٹینک لوٹ آیا۔ فرانز فینن کی شادی ایک فرانسیسی سفید فام خاتون سے ہوئی جس کا نام جوس ڈبل تھا۔ فرانز فینن کا نفسیاتی مطالعہ بے حد شاندار تھا جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس نے خود کو بطور ماہر نفسیات بھی منوایا تھا۔ ۱۹۵۱ میں اس نے ماہر نفسیات کے طور پر پریکٹس شروع کی اور پھر اپنے تجربات کی بنیاد پر نفسیاتی اثرات کا مطالعہ اور تجزیہ کیا۔ فرانز فینن کی درج ذیل تصانیف مابعد نو آبادیات کے حوالے سے اہم گردانی جاتی ہے:

1.	Black Skin White Mask	(1952)
2.	A Dying of Colonialism	(1959)
3.	The Wretched of Earth	(1961)
4.	Towards the African Revolution	(After Death Published)

۱۹۶۲ء میں فرانز فینن کی پہلی کتاب شائع ہوئی جس کا نام Peau Noire, Masques Blancs ہے جس کا انگریزی ترجمہ ہمارے سامنے Black Skin White Mask کے نام سے آیا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ن نو آبادیاتی نظام، نسلی شناخت اور نفسیاتی اثرات کو موضوع بحث بنایا ہے اور کسی حد تک اپنے ذاتی تجربات بیان کرنے کی کوشش کی ہے کیونکہ دوسری جنگ عظیم کے دوران سفید یورپی اقوام کے جن نسلی تعصبات کا انہوں نے قریب سے مشاہدہ کیا تھا ان تجربات نے ان کی باقی زندگی پر دور رس اثرات مرتب کیئے۔ فرانز فینن کی تصنیف Black Skin White Mask دراصل مقامی باشندوں خاص طور پر سیاہ فام باشندوں کی نفسیات پر مرتب ہونے والے اثرات بالخصوص منفی اثرات کو بنیاد بنا کر لکھی گئی ہے۔ ان کی اس تصنیف میں موجود نفسیاتی تجربات واضح طور پر استعمار کاروں کی کھینچی گئی حدوں کا شعور پیش کرتے ہیں جن کی وجہ سے مغلوب قوموں کے باشندے نفسیاتی، ذہنی اور روحانی خلفشار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ فرانز فینن نے ان تمام اثرات کا جائزہ لیا جس کی مدد سے فرانسیسی استعماریت نے الجیرین اور کیریبین باشندوں کو اپنے تشدد کا نشانہ بنایا اور مقامی باشندوں نے اس سے گہرے اثرات قبول کیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ۱۹۵۴ کے لگ بھگ فرانز فینن نے الجیرین کے مریضوں کا نفسیاتی علاج بھی کیا تھا اور اسی لئے اس کتاب میں شامل فرانز دفینن کے تجربات اس زمانے کی یادگار ہیں جب وہ مقامی افراد کے نفسیاتی معالج تھے اور ان مقامی افراد میں وہ لوگ شامل تھے جو فرانسیسی استعمار کاروں کے جارحانہ تشدد کے بعد بھی اپنی

فکری، ذہنی، قومی اور ثقافتی شناخت بحال کرنا چاہتے تھے، فرانز فینن کے اس کام کو بے پناہ مقبولیت بھی حاصل ہوئی۔ Towards the African Revolution کے مدون Francs Maspero کے الفاظ:

> 'He collected clinical notes and analysis on the phenomena of colonialist alienation seen through mental diseases. He explored local traditions and their relations to colonization'(2)

ترجمہ:

> "بہت سی نفسیاتی بیماریوں میں جب اس (فینن) نے نو آبادیاتی مغائرت کے مظہر کو کارفرما دیکھا تو ان پر طبی نوٹس اور مشاہدات کو اکٹھا کیا جن سے اس نے نو آبادیاتی صورت حال اور مقامی روایات کے باہمی رشتوں کا کھوج لگایا"

فرانز فینن کے مطابق سفید آبادکاروں کے فکری رویوں اور نسلی تضحیک نے بہت سے نفسیاتی مسائل کو جنم دیا کیوں کہ کسی بھی انسان کو کمتر محسوس کروانے کے لیئے بس یہی لازم ہے کہ اسے احساس محرومی میں مبتلا کر دیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کا زاعیہ فکر ہی بدل دیا جائے۔ نو آبادکاروں نے اس عمل کے مطابق سیاہ فام باشندوں کو ہمیشہ کمتر محسوس کروایا اور انہیں بارہا یہ احساس دلایا کہ وہ غیر مہذب ہیں اور ان کا تعلق ایک ایسی قوم سے ہے جن کی اپنی کوئی تاریخ نہیں ہے۔ سیاہ فام اور سفید فام ہمیشہ ایک دوسرے کی ضد بن جاتے ہیں اور یہیں سے ہمارے ہاں طبقاتی تقسیم کا تصور مضبوط ہوتا ہے اور اسی لئے مقامی باشندے اپنی ذات کی از سر نو دریافت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور خود کو سفید چمڑی کا ماسک چڑھانے پر مجبور کر لیتے ہیں کیونکہ ان کو اپنی ترقی کے لئے یہی ایک واحد حل نظر آتا ہے۔ فرانز فینن نے افریقی پس منظر کے تناظر میں Nitrification کی اصطلاح کو استعمال کرتے ہوئے دیسی باشندوں اور نو آبادکاروں کے درمیان متعین حد کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور فرانز فینن دیسی باشندوں کو نو آبادیاتی صورت میں بھی اپنی ہی ثقافت سے جڑے رہنے کی تلقین کرتے ہیں کیونکہ اس کے نزدید دیسی باشندوں کو صرف نسلی بنیادوں پر ہی Negro قرار دینا دراصل تخصیصی عمل ہے جس کے بعد استعمار کاروں کو بھی اپنے وجود کی من چاہی تعریف کرنے کی اجازت مل جاتی ہے۔ درج بالا تصنیف فرانز فینن سیاہ فام باشندوں کو اس بات پر آمادہ کرتے نظر آتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو انسان سمجھیں اور معاشرے کی تشکیل نو کریں۔

فرانز فینن کی دوسری تصنیف کا نام A Dying of Colonialism ہے جس کا اردو ترجمہ "سامراج کی موت" کے نام سے ہوا اور مترجم خالد محمود ایڈوکیٹ ہیں، یہ کتاب فکشن ہاؤس لاہور نے پہلی بار ۲۰۱۲ میں شائع کی۔ اس کتاب میں فرانز فینن نے الجیریا میں نو آبادیاتی نظام کی تصویر کشی کی ہے، الجیریا فرانس کی نو آبادی تھا۔ اس تصنیف میں فرانز فینن نے دیسی باشندوں اور استعمار کاروں کے درمیان ہمیشہ سے جاری کشمکش اور تجربات کے مختلف مدارج بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے Algeria Unveiled میں نو آبادیاتی نظام میں انقلاب کے لئیے خواتین کی کوششوں کو بھی بیان کیا ہے۔ اور ان فرانسیسی حکمت عملیوں کو پیش کرنے کی سعی کی ہے جن کی مدد سے انہوں نے الجزائر کے باشندوں کو ثقافتی سطح پر مغلوب کیا تھا۔ وہ اپنی اس کتاب میں رد استعماریت کے مختلف طریقے بھی بتانے کی کوشش کرتے ہیں اور مقامی باشندوں کو استعمار کاروں سے بچنے اور اپنا دامن چھڑانے کی تدبیریں بھی بتاتا ہے:

"حاکم نسل بنیادی طور پر ان لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے جو کہیں اور سے آتے ہیں، وہ جو مقامی باشندوں کے مثل نہیں ہوتے، وہ جو محض "دوسرے ہوتے ہیں۔ وہ تشدد جو نو آبادیاتی دنیا کی تنظیم کو برقرار رکھتا ہے، وہ جو مقامی معاشرتی سانچوں کی تباہی کے آہنگ کو مسلسل قائم رکھتا ہے اور جس نے بلا تامل ان کے اقتصادی حوالوں کے نظام کو درہم برہم کیا ہے، ان کے لباس کو ختم اور ان کی زندگی کے خارجی اظہار کے پیکروں کو توڑا ہے، اسی تشدد کا دعویٰ مقامی باشندے کریں گے اور اس وقت اسے اپنے ہاتھوں میں لیں گے جب وہ مجسم تاریخ بن کر ممنوعہ علاقوں پر ہلہ بولیں گے۔ اب نو آبادیاتی دنیا کو تباہ کرنا عمل کی ایک ایسی ذہنی تصویر ہے جو بہت واضح ہے، جسے سمجھنا بہت آسان ہے اور جسے ہر وہ شخص اپنے ذہن میں کھینچ سکتا ہے جو مقامی آبادی کا فرد ہے۔ نو آبادیاتی دنیا کی تباہی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب سرحدیں ختم ہو جائیں گی تو دونوں علاقوں کے درمیان رابطہ قائم رہے گا۔ نو آبادیاتی دنیا کی بربادی کا مفہوم اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ایک علاقے کو ختم کر دیا جائے اسے زمین کی گہرائیوں میں دفن کر دیا جائے یا پھر اسے ملک دربدر کر دیا جائے"(۳)

فرانز فینن نے درج بالا کتاب میں ثقافتی تبدیلیوں کو موضوع بنانے کے ساتھ ساتھ مقامی باشندوں کو درپیش لسانی صورت حال پر بھی بحث کی ہے۔ استعمار کار ہمیشہ اپنی زبان کے ذریعے مقامی باشندوں کی ثقافت اور تہذیب کو مسخ کرنا چاہتا ہے، اور یقیناوہ اس عمل میں کسی حد تک کامیاب بھی ہو جاتا ہے لیکن فرانز فینن نے یہ کوشش کی کہ وہ استعمار کاروں کی "اساطیری تصویر" کو مسخ کر سکے اور مقامی ثقافت، تہذیب اور بالخصوص زبان کی اہمیت اجاگر کی جاسکے اسی لیئے اس سیاق میں فرانز فینن نے الجیریا کی تحریک آزادی میں جو اہمیت فرانسیسی زبان کو دی وہ قابل ذکر امر ہے۔ اس حوالے سے فرانز فینن رقم طراز ہیں:

"اب فرانسیسی زبان جاننا، سمجھنا اور اس میں سوچنا سازش کے مترادف نہ تھا جس کا جال آغاز میں استعمار نے بچھایا تھا اور یہ آواز اب لوگوں کی اپنی آواز تھی۔۔۔ ان کے ضمیر کی آواز۔۔۔ آزادی کی آواز۔۔۔ روشن خیالی کی آواز۔۔۔ ظالم حکمرانوں کے خلاف پسے ہوئے طبقے کی آواز۔ یہ آواز آزادی کو دبانے کی بجائے اس کے اظہار کا ذریعہ بن گئی"(۴)

فرانز فینن کی مابعد نو آبادیاتی مطالعے پر تیسری اہم کتاب The Wretched of Earth ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ محمد پرویز اور سجاد باقر رضوی نے "افتادگان خاک" کے نام سے کیا جو پہلی بار نگارشات، لاہور سے مارچ ۱۹۶۹ میں شائع ہوا۔ فرانز فینن نے اپنی اس کتاب میں تشدد کے نظریے پر بحث کی ہے اور کچھ تشدد کے بارے میں، تشدد بین الاقوامی پس منظر میں، بیساختگی۔۔۔ اس کی قوت اور کمزوری، قومی شعور کے خطرات، کچھ قومی تہذیب کے بارے میں، افریقی طلوع، قومی تہذیب اور جدوجہد آزادی کی باہمی بنیادیں اور نو آبادیاتی جنگیں اور ذہنی امراض جیسے موضوعات کو پیش کرنے کی کامیاب سعی کی ہے۔ اس کتاب کی اہمیت اس لئے بھی مسلم ہے کہ اس کی اشاعت کے بعد ہی علمی دنیا میں رد نو آبادیات کی بنیاد پڑی اور مختلف کلامیے منظر عام پر آئے،

اسی لئے نو آبدیاتی صورت حال اور اس کے سیاق کو سمجھنے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔ اس کتاب میں انہوں نے نو آبادیاتی صورت حال کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ نو آبادیات کی فطرت اور فرانسیسی فوجیوں کے ظلم وستم کو بھی بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ فرانز فینن نو آبادیاتی صورت حال کو ایک نوع کی اقتصادی صورت حال قرار دیتا ہے۔ ژاں پال سارتر اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

> "نو آبادیاتی صورت حال کی اصل جدت وہ اقتصادی حقیقت ہے، جس میں اتنی شدید مواشی ناہمواری اور طرز زندگی کا اتنا بڑا فرق ہوتا ہے کہ انسانی صورت حال کی اس قدر پردہ پوشی کسی اور طریقے سے نہیں ہوتی۔۔۔ نو آبادیات میں اقتصادیات کا زیریں نظام بھی ایک بالائی نظام ہوتا ہے۔ سبب ہی نتیجہ ہوتا ہے۔۔۔ آپ دولت مند ہیں اس لیے کہ آپ سفید فام ہیں، آپ سفید فام ہیں، اس لیے آپ دولت مند ہیں" (۵)

فرانز فینن نے اپنی اس تصنیف میں مختلف نظریات کو پیش کیا ہے، جب ہم ان نظریات کا مطالعہ کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ وہ صرف کسی ایک نو آبادیاتی قوم تک محدود نہیں بلکہ تمام استعماری ممالک اور نو آبادیاتی ممالک کے حوالے سے ہیں، فرانز فینن کی اس خدمت کا اعتراف ایڈورڈ ڈبلیو سعید ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "پہلی ایسی کتاب ہے جس نے نو آبادیات اور قوم پرستی کو ان مانوں مقابلے میں پیش کیا اور پھر ایک تحریک آزادی کی پیدائش کا سوانگ رچایا اور آخر میں اس تحریک کو ایک رائے شخصی اور عبوری قوت میں بدل دیا۔ فینن کی اس آخری تصنیف کا دور بین اور جدت طراز وصف زبردست لطافت سے ماخوذ ہے، جس کے ساتھ وہ سامراجی ثقافت اور اس کے قوم پرست موضوع کو Deform کرتے ہوئے دونوں سے اگے آزادی کی جانب دیکھتا ہے" (۶)

فرانز فینن کی یہ کتاب افریقہ میں نو آبادیاتی نظام کی چیرہ دستیوں کو بے نقاب کرتی ہے۔ اس نے قومی تہذیب کی اہمیت پر زور دیا اور ثقافتی جڑوں کی طرف مراجعت کو ترجیح دی کیونکہ اس کے نزدیک نو آبادیاتی عہد دراصل ایک ایسا دور ہوتا ہے جس میں قومی دانشور دوغلے پن کا شکار ہو کر بیک وقت دو شناختوں کے بیش الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ فرانز فینن کے اس نظریے کی وضاحت ڈاکٹر احتشام علی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "فینن نو آبادیاتی صورت حال کی پیچیدگی اور گنجلکوں سے عہدہ بر آ ہونے کے لیے رد استعمار فکر کی ترویج کے ساتھ ساتھ اس کے عملی اور اطلاقی پہلوؤں پہ بھی اصرار کرتا ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ فینن کے ہاں موجود نو آبادیاتی فکر کا زیادہ تر حصہ الجیریائی عوام کی آزادی اور سامراج کے خلاف افریقہ کی یکجائی کا خواب دیکھنے پر مشتمل ہے اور اس کی ایک بڑی وجہ فینن کا فکری اور عملی طور پر ہی نہیں بلکہ عملی طور پر بھی الجیریا کی جدوجہد آزادی میں شریک ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فینن کے ہاں بیان کیے گئے افکار پر اس کی اپنی ذات کے تجربی تصور اور قومی تشخص کی گہری چھاپ نظر آتی ہے" (۷)

ایڈورڈ ڈبلیو سعید (۱۹۳۵۔۲۰۰۳) کا شمار بیسویں صدی کے ان عظیم مفکر، انقلابی دانشور اور ماہر تعلیم میں ہوتا ہے جنہوں نے مابعد نو آبادیاتی مطالعہ کی بنیاد رکھی۔ ایڈورڈ ڈبلیو سعید یروشلم کے ایک فلسطینی عیسائی گھرانے میں ۱۹۳۵ میں پیدا ہوئے، ان کا خاندان اینگلیکن تھا اور بچپن یروشلم میں گزرا، انہوں نے اپنی زندگی کا کچھ حصہ لبنان میں بھی گزارا۔ ایڈورڈ سعید کو مشل فوکو کے شاگرد ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ انہوں نے جین پال سارتر، مشل فوکو، گرامسکی جوزف کونرڈ اور ژاک لاکاں کے نظریات سے خاص اثر قبول کیا۔ ایڈورڈ ڈبلیو سعید کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے فرانز فینن کے فکری سانچوں سے مختلف نظریات پیش کیئے اور ایک الگ انداز سے اس فکر کو بنیادیں فراہم کرنے کی کوشش کی۔ مابعد نو آبادیاتی مطالعات کے حوالے سے ان کی درج ذیل تصانیف اہم گردانی جاتی ہے:

1.	Orientalism	1978
2.	Covering Islam	1981
3.	The world the text and the critic	1984
4.	Culture and Imperialism	1993
5.	Nationalism, Colonialism and Literature.	.

جب کہ ان کی بقیہ تصانیف میں درج ذیل نام شامل ہیں:

1.	Joseph Conrad and the Fiction pf Autobiography	1966
2.	Beginnings: Intention and Method	1975
3.	The Question of Palestine	1979
4.	The World, the Text and the Critic	1983
5.	After the Last Sky: Palestinian Lives	1986
6.	Musical Elaborations	1991
7.	The Politics of Dispossession	1994
8.	Representations of the Intellectual	1994
9.	Peace and Discontents	1995
10.	Out of Place: A Memoir	1999
11.	The End of the Peace Process: Oslo and after	2000
12.	Reflections on Exile and other Essays	2000
13.	Parallels and Paradoxes : Explorations in Music and Society	2002
14.	Freud and the Non-European	2003
15.	Humanism and Democratic Criticism	2004
16.	Paradoxical Citizenship	2006
17.	On Late Style: Music and Literature against the Grain	2006

ایڈورڈ سعید کی ان تصانیف کے علاوہ مضامین اور بہت سے انٹرویوز بھی کتابی شکل میں منظر عام پر آچکے ہیں، وہ ایک نڈر اور بے باک تخلیق کار تھے جس کی بہترین مثال ان کی تصنیف Covering Islam ہے جہاں نے انہوں نے مذہب اور مغربی مقبول میڈیا پالیسیوں کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنی خاص فکر سے اس خطرناک رجحان کی طرف دنیا کی توجہ مبذول کروائی ہے۔ ایڈورڈ ڈبلیو سعید کی تمام تصانیف میں سے سب سے پہلی اور اہم کتاب Orientalism ہے جس کا اردو ترجمہ "شرق شناسی" کے نام سے محمد عباس

نے کیا، یہ کتاب پہلی بار ۲۰۰۵ میں مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد سے شائع ہوئی۔ ایڈورڈ سعید کی یہ کتاب فرانز فینن کی کتاب افتادگان خاک کے اٹھارہ برس بعد منظر عام پر آئی۔ موضوعات کے اعتبار سے انہوں نے اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اول: شرق شناسی کی وسعت، دوئم: شرق شناسی تشکیلات اور تشکیلات جدید اور سوئم: عصر حاضر میں شرق شناسی۔ اردو ادب میں اب تک جتنے بھی مابعد نو آبادیاتی مطالعات منظر عام پر آئے ہیں ان میں فکری گیرائی اور موضوعاتی تنوعات کے اعتبار سے ایڈورڈ سعید کی کتاب سے استفادہ کیا گیا ہے، جس کی ایک خاص وجہ ایڈورڈ سعید کے ہاں وہ خالص علمی کلامیے ہیں جنہیں برصغیر میں پائے جانے والے نو آبادیاتی نظام اور برصغیر کی علمی روایت سے منسلک کیا جاسکتا ہے۔ شرق شناسی کے دیباچے میں ایڈورڈ سعید اپنی شناخت کا تعین ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''اس کتاب کے سلسلے میں میرا ذاتی تشخص اور امتیاز ایک مشرقی ہونے کے ناطے سے ہے جو بچپن سے برطانوی نو آبادیات میں پلا بڑھا اور ان نو آبادیات (فلسطین اور مصر) اور امریکہ میں، میں نے تمام تعلیم حاصل کی۔ مگر اس کے باوجود مشرقی ہونے کا شعور ابھی تک قائم و دائم ہے۔ شرق شناسی پر میری یہ تصنیف کئی لحاظ سے مجھ پر مرتب ہونے والے مشرقی اثرات اور میرے ذہن میں مشرق کے نقش کی فہرست تیار کرنے کے مترادف ہے۔ یہ ایک ایسے تمدن کے اثرات و نقوش ہیں جن کا غلبہ ہم مشرقی لوگوں کی زندگی میں ایک طاقتور عنصر کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے میری توجہ کا مرکز اسلامی مشرق ہے۔ شرق شناسی پر اس تحقیقی کام کے سفر میں جس حد تک میں کر سکا، میں نے نہایت سختی مگر عقلی لحاظ سے کوشش کی کہ اپنے تنقیدی شعور کو درست حالت میں قائم رکھوں اور تاریخی، انسانی اور تمدنی تحقیق کے تمام وسائل اور ذرائع سے کام لوں جن سے فائدہ اٹھانے کی اہلیت میری تعلیم کی ودیعت کردہ ہے۔ اس سارے عمل میں ایک مشرقی ہونے کی حیثیت سے کبھی ثقافتی حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا اور نہ اپنی اس حیثیت اور اپنے مشرقی ہونے کے شعور کو اپنے کام میں دخیل ہونے کا موقع دیا''(۸)

اس طویل اقتباس کے مطالعے کے بعد ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایڈورڈ سعید وہ پہلا نو آبادیاتی مفکر ہے جس نے شرق شناسی کی روایت کو علمی اور فکری مظہر کی بجائے تمدنی اور سیاسی حقیقت کے طور پر دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ اور اس اسلامی مشرق سے خود کو وابستہ قرار دیا ہے جو کئی وقتوں سے مسلسل مغربی سامراج کے نشانے پر ہے۔ ایڈورڈ سعید نے اپنی اس کتاب میں یورپی اور مغربی مرکزیت کی سرے سے ہی نفی کی ہے اور اس تصور کو رد کیا ہے جس میں مغرب کو اعلیٰ اور مشرق کو ادنیٰ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایڈورڈ سعید نے اس کتاب کی مدد سے مشرقی قوموں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ اس آئیڈیالوجی کو رد کر دیں جو سامراجی نظام ان پر مسلط کر رہا ہے، اپنے ماضی کی بازیافت کریں اور اس میں سے بہتر مستقبل کے روشن امکانات ڈھونڈنے کی کوشش کریں لیکن ماضی کی مسخ شدہ تصویروں کو کسی صورت بھی قبول نہ کریں۔ ایڈورڈ سعید نے یہ واضح کیا کہ ''مشرق'' یا ''مغرب'' انسانوں کے بنائے ہوئے پیمانے ہیں جن کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کسی کو بھی سیاہ فام یا سفید فام قرار دیتے ہیں۔ شرق شناسی میں ایدورڈ سعید نے نو آبادیاتی اور مابعد نو آبادیاتی صورت حال میں مغرب کی سوچ کا محققانہ انداز میں جائزہ لیا ہے۔

ایڈورڈ سعید نے اپنی تصنیف ''شرق شناسی'' میں مغرب کی مشرق کے بارے میں سوچ کو بہت وضاحت سے پیش کیا ہے ۔انہوں نے اس کتاب میں مدلل انداز میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ مغرب یا یورپ نے کس طرح سے دوسری ثقافتوں کو نہ صرف متاثر کیا بلکہ ان میں کئی تبدیلیاں پیدا کیں اور ایک دوسری ثقافت کو جنم دے دیا، اور شاید اسی لیے مشرق پر مغرب کی مہر لگی ہوئی ہے۔اس حوالے سے ایڈورڈ سعید لکھتے ہیں:

> ''مہذب قوموں کو چاہئیے کہ وہ تیسری دنیا کے ممالک پر دوبارہ قبضہ کرنے کو اپنی ذمہ داری بنالیں جہاں مہذب زندگی کی بنیادی ترین شرائط ختم ہو چکی ہیں''(۹)

مابعد نو آبادیاتی مطالعات کے حوالے سے ایڈورڈ ڈبلیو سعید کی دوسری اہم کتاب Culture and Imperialism ہے جس کا اردو ترجمہ یاسر جواد نے ''ثقافت اور سامراج'' کے نام سے کیا، جو مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد سے ۲۰۰۹ میں شائع ہوا۔ اس کتاب میں انہوں نے اس امر کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نو آبادیاتی نظام نے ادب کو متاثر کیسے کیا اور مغربی یا مشرقی ادیبوں نے جو ادب تخلیق کرنے کی کوشش کی، اس ادب میں کہاں تک نو آبادیاتی نظام کے خلاف مزاحمت ہے۔ اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ، اول: علاقوں اور تاریخ کا تانا بانا، دوئم: مستحکم بصیرت ، سوئم: مدافعت اور مخالفت، اور چہارم: مستقبل میں تسلط سے آزادی۔ ایڈورڈ سعید کی یہ کتاب مابعد نو آبادیاتی تنقید کا عملی نمونہ ہے، انھوں نے اس ادیبوں کا بھی ذکر کیا ہے جنہوں نے رد نو آبادیاتی رویہ اختیار کرنے کی کوشش کی جن میں نگوگی، فیض اور عبد الرحمن المنیف شامل ہیں۔ جب کہ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے کونرڈ جیسے مغربی ادیبوں کی تخلیقات کا بھی جائزہ لیا جن میں نو آبادیاتی رویے شامل تھے۔ وہ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''سرد جنگ ختم ہو جانے کے بعد امریکی حکومت کی جانب سے ''نیو ورلڈ آرڈر'' کی زیادہ تر نعرے بازی کا سکرپٹ شاید کونرڈ کے ہولرائڈنے ہی لکھا ہو گا: ہم نمبر ایک ہیں، ہمیں ہی قیادت سنبھالنی ہے، ہم آزادی اور امن کے پیامبر ہیں، وغیرہ۔ کوئی بھی امریکی اس قسم کے احساسات سے بچا ہوا نہیں اور اس کے باوجود کونرڈ کے ہاں ہالرائڈ اور گولڈ کی کردار نگاری میں شامل صریح تنبیہ پر شاذ و نادر ہی غور کیا جاتا ہے کیونکہ طاقت کی نعرے بازی ایک سامراجی ماحول میں استعمال کیے جانے پر بہت آسانی سے مہربانی کا ایک التباس پیدا کر دیتی ہے''(۱۰)

اس تصنیف میں ایڈورڈ سعید نے کونرڈ کے علاوہ جلال آل احمد، علی شریعتی کے ساتھ ساتھ کینیا کے سوڈانی طیب صالح اور نگوگی کے ناولوں کا جائزہ بھی لیا ہے، ان ناول نگاروں نے نو آبادیاتی ثقافت کو اپنے ناولوں کا حصہ بنایا ہے۔ اس کے علاوہ ایڈورڈ سعید نے ان برطانوی ناول نگاروں کو بھی شامل کیا ہے جنہوں نے سامراجی سوچ اور فکر کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے ان میں جین آسٹن اور ڈکنز شامل ہیں، علاوہ ازیں انہوں نے پیلو نیرودا، برائن فرائیل، ایمی سیزر اور ڈیرک والکوٹ کی تخلیقات کو بھی موضوع بنایا ہے۔ ایڈورڈ سعید نے اپنی اس تصنید میں استعمار زدہ مصنفین اور استعمار کار مصنفین کی تخلیقات کا مطالعہ کر کے مابعد نو آبادیاتی تنقید کی بنیاد کو مستحکم بنانے کی کوشش کی ہے، اسی وجہ سے ہم انہیں مابعد نو آبادیاتی تنقید کے معمار اول بھی کہہ سکتے ہیں۔ یاسر جواد رقمطراز ہیں :

"فلسطینی۔ امریکی مصنف اور معلم ایڈورڈ سعید ایسے چند مصنفین میں سے ایک ہے جو اپنے قاری کی ذہنی تیاری اور کچھ چیزوں کے پیشگی علم کو فرض کرلیتا ہے۔ مثلاً اس کتاب میں اس نے فرض یا تقاضا کیا کہ قاری نے جوزف کونرڈ، رڈیارڈ کپلنگ، ایلیٹ، البیر کامیو، وی ایس نے پال، چنہوا اچیبے، وول سوئینکا اور آندرے ژید کے علاوہ فرانز فینن کو پڑھ رکھا ہے (یا کم از کم ان کی تحریروں سے آگاہ ضرور ہے) اور انیسویں صدی کے یورپ (انگلینڈ و فرانس)، ہندوستان، الجیریا اور افریقہ کا سیاسی خاکہ بھی اس کے ذہن میں ہے۔ مصنف نے ان ادیبوں کی تحریروں کا تجزیہ کرتے ہوئے نو آبادیوں، بالخصوص ہندوستان اور الجیریا، کے ثقافتی رجحانات کا مطالعہ کیا، مگر ایک نئے نقطہ نظر سے۔۔۔ وہ انیسویں صدی میں نو آبادیایت کے ظہور اور عروج سے بیسویں صدی کے اواخر میں امریکہ کے سامراجی کردار تک آتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ کیسے ثقافتی کاموں یعنی تحریروں کو سیاسی صورت حال کی شعوری یا لاشعوری جلوہ گری کے طور پر دیکھنا چاہئیے۔ ایسا کرنے پر ہی ہم نو آبادیوں کو آزادی ملنے پر وہاں قوم پرستی کے ظہور، قومی استبدادی حکومتوں اور جاری نو آبادیاتی رویوں کو سمجھ سکتے ہیں" (۱۱)

درج بالا بحث کے بعد ہم با آسانی یہ کہہ سکتے ہیں کہ مصنف کی کتاب "شرق شناسی" کا تسلسل "ثقافت اور سامراج" ہے البتہ ثقافت اور سامراج میں انھوں نے ادب اور ثقافت کے رشتے کو بنیاد بناتے ہوئے مفصل مباحث شامل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ہمیں یہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہے کہ مغرب نے ادب اور ثقافت کے ذریعے بھی ہم پر بالادستی قائم کرنے کی کوشش کی ہے اور یہی اثرات مشرق کو متاثر کر رہے ہیں۔ **ہومی کے بھابھا** مابعد نو آبادیاتی تنقید کا ایک اہم ستون ہے، وہ ۱۹۴۹ میں بمبئی میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک ہندوستانی فلسفی ہے جنہوں نے مابعد نو آبادیاتی مطالعہ کے حوالے سے کام کیا۔ وہ ایک پارسی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اور مرے سکول بمبئی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ ہومی کے بھابھا کی تصنیف The Location of Culture (1990) کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی، اس کتاب میں انہوں نے چند مابعد نو آبادیاتی اصطلاحات وضع کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ اصطلاحات درج ذیل ہیں:

۱۔	Cultural Hybridity	ثقافتی دوغلاپن، ثقافتی دونسلا / مخلوط النسل
۲۔	Mimicry	نقل / نقالی، اندھی تقلید
۳۔	Ambivalence	ابہام، دوجذبیت / بیک وقت دو جذبے، تذبذب میں ہونا
۴۔	Cultural Difference	ثقافتی تفریق / ثقافتی فرق

ہومی کے بھابھا کی فکر نو آبادیاتی صورت حال میں موجود، دوغلیت، دوجذبیت اور مضحک نقل کو قارکے سامنے لاتی ہے، جس کی وجہ سے مقامی باشندے نفسیاتی اور ذہنی سطح پر کئی قسم کی پیچیدگیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بقول ہومی کے بھابھا:

'The discourse of mimicry is constructed around an ambivalence'(12)

ترجمہ:

"مضحک نقل کا کلامیہ دو جذبیت کے گرد ترتیب پاتا ہے"۔

ثقافتی مطالعات میں اس کتاب کی اہمیت کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، ہومی کے بھابھا نے استعمار زدہ اور استعمار کار کے رشتے کا تجزیہ کیا اور نفسیاتی آگاہی کو سامنے رکھتے ہوئے اصطلاحات وضع کیں۔ استعمار جب بھی کسی جگہ، کالونی یا ملک کو نو آبادی بناتا ہے تو سب سے پہلے س پر اپنی ثقافت کو مسلط کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور جب وہ ایک وقت کے بعد اپنی ہی کوشش میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مقامی باشندوں کی ثقافت ختم ہو جاتی ہے، اس صورت حال میں ہم دیکھتے ہیں کہ مقامی باشندے کی ثقافت ختم ہونے کی ہمیشہ دو وجوہات ہوتی ہیں اول: کہ استعمار کار خود اپنی ثقافت مسلط کرتا ہے اور دوئم مقامی باشندہ بعض اوقات خود بھی استعمار کار کی ثقافت کو قبول اور اختیار کر لیتا ہے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ اس کے قبول کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہی ہوتی ہے کہ اس تہذیب اور ثقافت کو ایک اعلیٰ ماڈل کا ماسک پہنایا جاتا ہے اور جب اسے ہر طرح سے برتر ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو مقامی باشندہ بھی اس استعماری ثقافت کو اپنانے کی حتی الامکان کوشش کرتا ہے۔ اب اس کے ذہن میں دو ثقافتیں جنم لے رہی ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وہ دوغلیت کا شکار ہو جاتا ہے، اس صورت حال کو ہومی کے بھابھا نے Hybridity کا نام دیا ہے اور یہ اصطلاح مقامی باشندے کی درج بالا صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے تخلیق ہوئی۔

استعمار زدہ ہمیشہ سے ہی کئی طرح کے ذہنی اور فکری رویوں کا شکار رہتا ہے اور اس کے ذہن میں کئی متضاد صورت حال جنم لیتی ہیں جس کی وجہ سے وہ کچھ افکار یا چیزوں کو قبول کر رہا ہے اور کچھ کو رد کرنے کی کوشش میں مصروف ہوتا ہے، اور یہی متضاد جذبات اسے استعماری ثقافت کے حوالے سے درپیش ہوتے ہیں۔ استعمار زدہ کا نو آبادیاتی اور مابعد نو آبادیاتی عہد میں تخلیق ہونے والے ادب میں استعماری ثقافت کے حوالے دو متضاد جذبات کا موجود ہونا "دو جذبیت" Ambivalence کہلاتا ہے، یعنی کہ ایک رد اور قبول کی متضاد صورت حال پائی جاتی ہے۔ برصغیر میں ہمیں نو آبادیاتی سیاق میں اگر تخلیقات کا مطالعہ کریں تو ہمیں ان تحریروں میں مختلف مختلف النوع کلامیے نظر آتے ہیں۔ اس صورت حال کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

> 'It describes the complex mix of attraction and repulsion that characterized the relationship between colonizer and colonized' (13)

ترجمہ:

"یہ کشش اور گریز کے اس پیچیدہ اختلاط کو بیان کرتا ہے جو استعمار کار اور استعمار زدہ باشندوں کے باہمی تعلق کی خاصیت ہوتی ہے"

ہومی کے بھابھا نے ایک اصطلاح نقل Mimicry کو بھی وضع کیا ہے جس کی وضاحت ہمیں فرانز فینن کے ہاں بھی ملتی ہے۔ نو آبادیاتی صورت حال میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ جب مقامی باشندہ استعماری ثقافت کو ہر صورت قبول کرنے کی کوشش کرتا ہے کیوں کہ وہ استعماری حکمران اور استعماری ثقافت کو قابل رشک نظروں سے دیکھتا ہے اور اس کے ذہن میں یہ سوچ ہوتی ہے کہ اگر وہ ان کی ثقافت قبول کر لے تو کسی حد تک ان کے برابر پہنچ سکتا ہے، یہ سوچ اور بالاتر ہونے کا وہم دراصل نو آبادیاتی نظام کی دین ہے۔ مقامی باشندہ اس استعماری ثقافت کی نقالی کے بعد اپنی ثقافت سے بھی دور ہو جاتا ہے اور پھر اسے اپنی اقدار، زبان، لباس گویا ہر چیز کمتر محسوس ہونے لگتی ہے اور پھر یہی وجہ ہے کہ نقالی کی یہ صورت حال وہ ہر جگہ برتنے کی کوشش کرتا ہے اور ستم بالائے ستم کہ وہ اپنی

مقامی ثقافت سے بھی دور ہو جاتا ہے اور استعمار کار بھی اس کی نقل کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اس نقل سے ہی دراصل ایک دوغلی نسل پیدا ہوتی ہے جو خود کو انگریزوں جیسا سمجھتی ہے لیکن وہ کبھی بھی ان جیسی ہوتی نہیں ہے۔ ہومی کے بھابھا اسی نقل کو دراصل استعمار زدہ کی شکست تسلیم کرتے ہیں۔ ڈاکٹر احتشام علی اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

> ''ہومی کے بھابھا کے 'دوغلیت'، 'مضحک نقالی' اور 'دو جذبی رجحان' جیسے تصورات جو بیسویں صدی کی آخری دہائی میں منظر عام پر آئے، ایسے کثیر الجہات متون کی قرات کو قدرے آسان بنا دیتے ہیں، جن میں بیان کنندہ یا متکلم کا بیانیہ نو آبادیاتی دباؤ کی وجہ سے شعور کے دو مراکز میں منقسم ہوتا ہے۔ بھابھا کے درج بالا تینوں تصورات فرانز فینن اور ایڈورڈ سعید کی تھیوریوں کے وسیع فریم ورک کی بجائے قدرے محدود پیمانے پر اپنا ادراک کرواتے ہیں لیکن نو آبادیاتی مطالعات میں ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا''(۱۴)

گائتری چکرورتی سپیواک معاصر مابعد نو آبادیاتی نظریے میں ایک اہم مقام رکھتی ہیں اور وہ اپنے آپ کو رد تشکیلی فیمینسٹ بھی قرار دیتی ہیں۔ مابعد نو آبادیاتی تنقید میں ان کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ وہ ۲۴ فروری ۱۹۴۲ کو کلکتہ میں پیدا ہوئیں ان کی والدہ کا نام سیوانی چکرورتی تھا جبکہ ان کے والد کا نام پارش چندرا چکرورتی تھا۔ گائتری چکرورتی سپیواک نے ابتدائی تعلیم جان ڈیوسیزن گرلز ہائر سکینڈری سکول سے حاصل کی تھی۔ انہوں نے ترجمہ نگاری پر کام کیا اس کے ساتھ ساتھ بطور معلم بھی اپنی خدمات سرانجام دیں۔ انہوں مختلف رسائل و جرائد کی ادارت بھی سنبھالے رکھی۔ گائتری کو پدما بھوشان ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔ ۱۹۹۷ میں گائتری کو ساہتیہ اکیڈمی کی طرف سے بنگالی ادب کو انگریزی میں ترجمہ کرنے پر انعام دیا گیا، ۲۰۱۳ میں انہیں فلسفہ اور آرٹ کا کیوٹو پرائز سے نوازا گیا۔ مابعد نو آبادیاتی تنقید کے حوالے سے گائتری چکرورتی سپیواک کی دو اہم تصانیف منظر عام پر آئیں۔

1. The Post-Colonial: Critic Interoious　　1990
2. A Critique of : Post-Colonial Reason　　1999

ان تصانیف میں گائتری چکرورتی سپیواک ایک مابعد نو آبادیاتی نقاد کی حیثیت سے ادبی منظر نامہ پر ابھر کر سامنے آئی ہیں۔ ان کا ایک مشہور مضمون Can The subaltern Speaks? جو ۱۹۷۵ میں منظر عام پر آیا، بظاہر دیکھا جائے تو اس مضمون میں انھوں نے ہندوستانی ثقافت ہشت طبقوں بالخصوص عورتوں کی حالت زار کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ گائتری چکرورتی سپیواک نے تانیثیت اور مابعد نو آبادیاتی تنقید کا آپس میں رشتہ قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے ایک لفظ Subaltern بطور اصطلاح استعمال کیا ہے جس کا اردو ترجمہ ''دلت'' کیا گیا ہے۔ اس اصطلاح کو سب سے پہلے مشہور مارکسی انتونیو گرامچی (Antonio Gramsci) نے متعارف کروایا تھا۔ گائتری چکرورتی سپیواک نے دراصل ان تمام پسے ہوئے طبقوں کی نمائندگی کرنے کی کوشش کی ہے جو مقتدر طبقے کے سامنے اپنی حاشیائی حیثیت تک بھلا بیٹھتے ہیں ہم انہیں ہی ''دلت'' کہتے ہیں۔ دلت سے مراد نو آبادیاتی عوام کا سب سے نچلا طبقہ ہے، یہ ایک خاموش تماشائی کردار ہیں جنہیں نو آبادیاتی نظام نے ہی تشکیل دیا ہوتا ہے۔ یہ طبقہ نہ ہی بولتا ہے اور نہ ہی اپنے اختیارات کا کوئی شعور رکھتا ہے۔ گائتری چکرورتی سپیواک کا یہ دعویٰ ہے کہ جب تک یہ نچلا طبقہ اپنی سوچ اور فکر میں تبدیلی نہیں لائے گا تب تک نو آبادیاتی نظام میں کوئی تبدل پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ان ''دلت'' کرداروں کے ذہنوں میں سفید فام اور سیاہ فام کا

تصور بھر دیا گیا ہے جسے بدلنے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ اس سارے نظام کو رد صرف اس صورت میں کیا جاسکتا ہے جب "دلت" کا اکردار اپنی خاموشی توڑے گا اور فکری و ذہنی سطح کو بلند کرے گا۔ گائتری چکرورتی سپیواک کے اس نظریے کی وضاحت ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے:

> ''سفید آدمی ان نو آبادیاتی کلامیوں کا بھی اشارندہ ہے، جن میں 'مقامی باشندوں' کو جرات، بہادری اور غیرت جیسے اوصاف سے خالی دکھایا جاتا ہے، جبکہ 'حکمران سفید آدمی' اپنی برتر تہذیب، ثقافت، حمیت اور انصاف کی بدولت ایک نجات دہندہ کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ Subaltern یا محکوم باشندہ چاہے وہ پدرسری سماج کی عورت ہو یا استعمار زدہ معاشرے کا کوئی عام باشندہ دونوں کو ہی مرکز کی بجائے حاشیے پر جگہ ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ استعمار کار اپنی مفتوح قوم کے پست اور کمزور طبقوں کو مرکزی تہذیبی دھارے سے کاٹ کار، ان پر اجارے کی مستقل صورتیں پیدا کر لیتے ہیں''(۱۵)

تمام انسان خود مختار ہیں اور کہیں نا کہیں ان کے شعور میں بھی خود مختاری کا عنصر پایا جاتا ہے۔ انسانی شعور ہمیشہ وجدانی طور پر ہی تشکیل پاتا ہے اور انسان ہمیشہ اسی سوچ کا ہی اظہار کرتا ہے، اس حوالے سے گائتری چکرورتی سپیواک کا کہنا ہے کہ مابعد نو آبادیات ایک نئی ایسی مثال ہے جس میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ طاقت کے ان تمام بیانیوں سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے جس نے عوام کو "دلت" بنا دیا ہے۔ مابعد نو آبادیاتی فکر دراصل انسانی شعور کی وہ بیداری ہے جو غلامی، استحصال، اور فکری محکومی کے خلاف صدائے احتجاج بن کر ابھری۔ اس نظریے کے معماروں نے ادب، تاریخ، اور ثقافت کے ذریعے اس حقیقت کو اجاگر کیا کہ نو آبادیاتی تسلط صرف سیاسی سطح پر نہیں بلکہ ذہنی و فکری سطح پر بھی اپنی جڑیں رکھتا ہے۔ ایڈورڈ سعید نے "استشراق" کے ذریعے مغربی بیانیے کی ساخت کو بے نقاب کیا، ہومی بھابھا نے شناخت اور ثقافتی آمیزش کے مباحث کو نیا زاویہ دیا، اسپیواک نے عورت اور حاشیہ نشین طبقات کی آواز کو مرکز میں لانے کی کوشش کی، جبکہ فینون نے آزادی اور شناخت کی جدوجہد کو نفسیاتی اور فکری گہرائی سے بیان کیا۔ یہ تمام مفکرین مل کر ایک ایسی فکری کائنات تشکیل دیتے ہیں جو نو آبادیاتی ماضی کو سمجھنے اور اس کے اثرات سے نجات پانے کے لیے آج بھی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ اردو ادب میں مابعد نو آبادیاتی تنقید کی افادیت اس بات میں مضمر ہے کہ یہ نہ صرف ہمارے سماجی و تہذیبی شعور کو نیا رخ دیتی ہے بلکہ ادبی متون کی تفہیم میں نئے زاویے اور معانی بھی پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ مابعد نو آبادیاتی نظریہ صرف ایک تنقیدی رجحان نہیں بلکہ فکری خود شناسی کا ایک تسلسل ہے جو ادب کو آزادی، شناخت اور انسانی وقار کے شعور سے جوڑتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ امتیاز عبد القادر، پس نو آبادیات، مشرق کی بازیافت کی تحریک، مشمولہ، اوری ئینٹل کالج میگزین، والیم ۹۱ (لاہور، اوری اینٹل کالج، ۲۰۱۶)، ص:۱۴۶

2. Francis Maspero, Towards the African Revolution, Frantz Fanon) (New York: Groove Press, 1994), P:7

۳۔ فرانز فینن، افتادگان خاک، مترجمین، محمد پرویز، سجاد باقر رضوی، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۲۲، ص:۳۱

۴۔ فرانز فینن، سامراج کی موت، مترجم خالد محمود ایڈوکیٹ، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۱۲، ص:۱۰۸

۵۔ سارتر ژاں پال، "دیباچہ"، مشمولہ، افتادگان خاک، مترجمین، محمد پرویز، سجاد باقر رضوی، ص:۱۳

۶۔ ایڈورڈ سعید، ثقافت اور سامراج، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۹، ص:۲۴۵

۷۔ احتشام علی، ڈاکٹر، جدید اردو نظم کا نو آبادیاتی تناظر، لاہور، عکس پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء، ص:۳۱،۳۰

۸۔ ایڈورڈ ڈبلیو سعید، شرق شناسی، مترجم محمد عباس، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۵، ص:۳۰

۹۔ ایڈورڈ سعید، ثقافت اور سامراج، مترجم یاسر جواد، ص:۳۹۲

۱۰۔ ایضا، ص:۷

۱۱۔ ایضا

12. Bhabam Homi K, The Location of Culture, New York: Routledge, 2004, P.122

13. Bill Ashcraft, Gareth Griffiths, Helen Tiffin, Post-colonial Studies, The Key concepts), New York, Routledge,2007, P:10

۱۴۔ احتشام علی، ڈاکٹر، جدید اُردو نظم کا نو آبادیاتی تناظر، ص:۳۷

۱۵۔ ایضا، ص:۳۹،۳۸

References in Roman Script:

1. Imtiaz Abdul Qadir, Pas Noabadiaat*:* Mashriq ki Bazyyaft ki Tehreek, Mashmula *Oriental College Magazine*, Vol. 91, Lahore, Oriental College, 2016, p. 146
2. Frantz Fanon, Towards the African Revolution, New York: Groove Press, 1994, p. 7
3. Frantz Fanon, Iftadgan-e-Khaak, Mutarjimeen: Muhammad Parvez, Sajad Baqar Rizvi, Lahore: Fiction House, 2022, p. 31
4. Frantz Fanon, Samraaj ki Maut, Mutarjim: Khalid Mahmood Advocate, Lahore: Fiction House, 2012, p. 108
5. Jean Paul Sartre, "Dibacha," Mashmula Iftadgan-e-Khaak, Mutarjimeen: Muhammad Parvez, Sajad Baqar Rizvi, p. 13
6. Edward Said, Saqafat aur Samraaj, Islamabad: Muqtadra Qaumi Zaban, 2009, p. 245
7. Dr. Ehtisham Ali, Jadeed Urdu Nazm ka Noaabadiyati Tanazur, Lahore: Aks Publications, 2017, p. 30–31
8. Edward W. Said, Sharq Shanasi, Mutarjim: Muhammad Abbas, Islamabad: Muqtadra Qaumi Zaban, 2005, p. 30
9. Edward Said, Saqafat aur Samraaj, Mutarjim: Yasar Jawad, p. 392
10. Ibid., p. 7
11. Ibid.

12. Homi K. Bhabha, The Location of Culture, New York: Routledge, 2004, p. 122
13. Bill Ashcroft, Gareth Griffiths, Helen Tiffin, Postcolonial Studies: The Key Concepts, New York: Routledge, 2007, p. 10
14. Dr. Ehtisham Ali, Jadeed Urdu Nazm ka Noaabadiyati Tanazur, p. 37
15. Ibid., p. 38–39